





# گارساں دتاسی

رسالہ ہندوستانی بابتہ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء

از ڈاکٹر معنی الدین قادری زور ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

ہندوستانی اکیڈمی، صوبہ متحدہ، الہ آباد



## گارساں دتاسی

از ڈاکٹر سید محی الدین قادری (ڈر ایم ۲ اے - پی - ایچ - قی)

گارساں دتاسی اُردو ادب کا ایک قابل وقعت محسن ہے۔ اُس کے احسان نہ صرف اُس لیے یاد رہیں گے کہ اُس نے ہندستان سے دور ایک غیر ملک میں بیٹھ کر ہمارے زبان اور ادب کی عمر بھر خدمت کی بلکہ اُس لیے بھی کہ اُس کے زمانے میں خود ہمارے ادیب اپنے علمی اور ادبی خزانوں کی صحیح قدر و قیمت سے ناواقف تھے وہ پہلا شخص ہے جس نے اُردو ادب پر تحقیقات شروع کی۔ اُس کے مصلحتوں اور تصنیفوں پر ناقدانہ نظر ڈالی اور فرانسیسی زبان میں ہندستانی ادب کی ایک مبسوط تاریخ لکھ کر تین جلدوں میں شائع کی۔

یہ گارساں دتاسی ہی تھا جو اُردو کے مایہ ناز قدیم شاعر و نثری کمال سے سب سے پہلے واقف ہوا اور اُس کے کلام کے متعدد نسخوں کے مقابلے کے بعد ایک قابل یادگار دیوان شائع کرایا۔ نہ صرف یہی بلکہ بہت کم اُردو داں اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس فرانسیسی محقق نے ہمارے زبان اور ادب کے متعلق (۳۰) سے زیادہ کتابیں اور رسالے لکھے اور شائع کیے۔ اُردو ادبیات کی تمام تاریخ چھان ڈالے بہت کم ادیب آپ کو ایسے ملینگے جنہوں نے اپنی زبان اور ادب میں اُس قدر کام کیا ہو۔

اُس میں کوئی شک نہیں کہ اُس وقت تک اُردو کے بعض رسالوں میں اس فرانسیسی محقق کی ایک دو کتابوں کا کچھ سرسری ذکر کیا گیا ہے۔ حیدرآباد دکن کے ایک رسالہ ”تکنہ“ میں چند سال قبل دتاسی کی معلومات کی بعض غلطیوں پر روشنی ڈالی گئی تھی اور انجمن ترقی اُردو کے رسالے میں اُس کے چند خطبوں کے اُردو ترجمے بھی

شایع ہوئے ہیں لیکن اس کی زندگی اور اُردو سے متعلقہ کارناموں کی نسبت اب تک کسی قسم کی معلومات اُردو تو اُردو کسی اور زبان میں بھی نہیں شایع ہوئی۔

اُردو کی لسانی ساخت پر عملی تحقیقات کرنے کے سلسلے میں ۱۹۲۹ء میں جب میں نے دوبارہ یورپ کا سفر کیا تو فرانس میں ایک سال سے زیادہ قیام کرنے کا موقع ملا۔ وہاں کے متفرق کتب خانوں کے اُردو مخطوطوں کا میں اپنے پہلے ہی سفر میں مطالعہ کرچکا تھا اور اسی ضمن میں گارساں دتاسی کی ہندوستانی زبان کے متعلق اس قدر فرانسیسی کتابیں نظر سے گزری تھیں کہ ان پر کچھ لکھنے کو بے اختیار جی چاہتا تھا۔ چنانچہ اس دوسرے سفر میں چھتھوں وغیرہ میں جس قدر موقع مل سکا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی گئی اور آخر کار اس قابلِ عظمت محقق کی نسبت جو کچھ معلومات حاصل ہو سکیں ان کا ایک مختصر سا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:—

## علمی نشو و نما

دتاسی فرانس کا مشہور ہندو گاہ مارسیل میں سنہ ۱۷۹۴ء میں پیدا ہوا۔ علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد جب مشرقی زبانوں کا شوق ابھرا تو تیئیس سال کی عمر میں وہ سنہ ۱۸۱۷ء میں پیرس پہونچا جہاں موسیو سالوستر دی ساسی (M. Silvestre de Sacy) السنہ مشرقیہ کے پروفیسر کی حیثیت سے مشہور ہو چکا تھا۔ دتاسی نے اس نوجوان کا پدرانہ شغف کے ساتھ خیر مقدم کیا اور اس قدر خلوص اور توجہ کے ساتھ تعلیم دی کہ گارساں دتاسی نے بہت جلد عربی اور ترکی زبانوں پر دسترس حاصل کر لی۔ ان زبانوں سے اس نے فرانسیسی میں جو اعلیٰ درجے کے ترجمے کیے ہیں وہ اس امر کے شاہد ہیں کہ دتاسی اپنے شاگرد

کو کامیاب بنانے میں کس خلوص کے ساتھ مصروف تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ گارساں دتاسی کے دل میں اپنے اُستاد کی شفقت اور خلوص کی یاد آخر عمر تک تازہ رہی۔

عربی اور ترکی زبانوں کی تحصیل ہی کے دوران میں دتاسی کو فارسی کا شوق پیدا ہو گیا۔ اور فارسی ادب نے اس کو اُس قدر لُبھایا کہ اس زمانے میں اس نے دو تین فارسی کارناموں کا بھی فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا۔ ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر ”مطلق الطیر“ کا ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کے ساتھ دتاسی نے اس کتاب پر ایک مقدمہ بھی شایع کیا جس میں اس نے ”ایرانیوں کی فلسفیانہ اور مذہبی شاعری“ پر بحث کی ہے۔

غالباً فارسی کتابوں ہی کے مطالعہ سے دتاسی کو تصوف کا شوق پیدا ہوا اور یہ وہ شوق ہے جو ایک دفعہ پیدا ہو جانے کے بعد بہت کم دور ہوتا ہے۔ چنانچہ دتاسی بھی اس میں اس قدر محو ہو گیا کہ تمام عمر صوفیاء کے عقائد اور انہی سے متعلقہ مسائل کا مطالعہ کرتا رہا۔ اور شاید اس کا یہی شوق تصوف تھا جس نے اس کو ہندستانی مصنفین کی طرف متوجہ کیا اور جس کی وجہ سے اس نے نہ صرف ہندستانی سیکھ لی بلکہ اس پر قابل وقعت کام کیے۔

## اردوے شغف اور دیوان ولی

راقم نے دتاسی اور اس کے کارناموں کی نسبت جو معلومات بہم پہونچائی ہیں ان کے مطابق میر تقی میر کی مثنوی اُردو نامہ ان چند اردو کتابوں میں سے ہے جو ابتدا میں دتاسی کو پسند آئیں۔ اور جن کا فرانسیسی زبان میں اس نے ترجمہ کیا۔ میر کی اس مثنوی کا فرانسیسی

ترجمہ ۱۸۲۶ء میں "Paris Conciles aux mauvaise poets" (Doudey-Dupre) کے نام سے شایع ہوا۔

جب دتاسی کے استاد سلوسٹر دساسی نے دیکھا کہ اسکا قابل فخر شاگرد ہندستانی ادبیات کا ماہر ہو کر اس میں اس قدر دلچسپی لے رہا ہے تو اس نے حکومت سے درخواست کی کہ مدرسۃ السنۃ مشرقیہ میں ہندستانی زبان و ادب کے لیے بھی ایک پروفیسری کی جگہ قائم کی جائے چنانچہ موسیو دمارتگ ناک (M. de Martignac) کے مختصر سے عہد وزارت میں مشہور مستشرق کی یہ سفارش منظور کر لی گئی اور دتاسی سنہ ۱۸۳۸ء میں ہندستانی کا پروفیسر ہو گیا۔ اس خدمت کو حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلے دتاسی نے اپنے شاگردوں کی شہرت کے لیے ہندستانی زبان کا ایک قاعدہ مرتب کیا جو سنہ ۱۸۲۹ء میں Rudiment de la langue Hindoustanie کے نام سے شایع ہوا۔ تین چار سال بعد دتاسی نے اس قاعدے کا ایک ضمیمہ لکھنے کی ضرورت محسوس کی چنانچہ یہ ضمیمہ بھی ۱۸۳۳ء میں شایع ہو گیا۔

طالب علموں کی ضرورتوں کو پورا کرتے رہنے کے ساتھ ساتھ دتاسی اپنے ذوق کے مطابق اردو شہ کاروں کے مطالعہ میں بھی مصروف تھا۔ چنانچہ انہیں دو تین برسوں میں وہ کلیات ولی پر کام کرتا رہا۔ اس شاعر کا نام اس کو اس قدر پسند آیا کہ اس نے ہندستان سے اس کے متعدد قلمی نسخے منگائے۔ اُن کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا اور عرصۂ دراز کی محنت کے بعد ایک قابل قدر دیوان مرتب کیا جو سنہ ۱۸۳۳ء میں پیرس کے شاہی کتب خانے سے شایع ہوا۔

اس کالم میں دتاسی نے جس توجہ اور دلچسپی کو ملحوظ رکھا اس کا اندازہ دیوان ولی کے ان صفحاتوں کی طویل فہرست کے مطالعہ سے



ہو سکتا ہے جو دتاسی نے جگہ جگہ سے ملنا کر جمع کیے تھے اور جن کا تذکرہ آئندہ صفحات میں دگلی منخطوطوں کے سلسلے میں پیش کیا گیا ہے۔

۱۰ دتاسی کا کلیات ولی کئی حیثیتوں سے قابل قدر ہے اس کے ذریعہ سے دتاسی نے نہ صرف ایک حقیقی شاعر کو صحیح عظمت اور مقبولیت سے روشناس کیا بلکہ اردو دنیا کے لیے قدیم شاعروں کے کلام کو سلیقہ سے ترتیب دیلے کا ایک لایق تقلید نمونہ بھی پیش کیا لیکن اس نمونے کے باوجود بھی اردو کے بہت کم شاعروں کے کلام اس احتیاط اور توجہ کے سانہہ شایع کیے گئے ہیں۔

۱۱ جہاں دتاسی ولی جیسے عظیم الشان شاعر کے کلام میں متحو تھا ایک اور اردو کتاب بھی اس کے زیر مطالعہ تھی۔ یہ تحسین الدین کی مثنوی ”کامروپ“ ہے۔ اس کتاب کی طرف دتاسی کی توجہ غالباً اسی سے منعطف ہوئی کہ وہ ایک طویل مسلسل نظم تھی اور یہ وہ چیز ہے جس کی ولی کے یہاں کمی تھی۔ چنانچہ دتاسی نے کامروپ کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا اور یہ ترجمہ بھی سنہ ۱۸۳۲ع میں شایع ہوا۔ ۱۲

۱۳ اس کام کی خوبی اور مقبولیت کا اس واقع سے اندازہ ہوگا کہ اس ترجمے کی اشاعت کے بعد ایک سال کے اندر دتاسی اصل اردو کامروپ کو شایع کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کے بھی اس فرانسیسی محقق نے کئی قلمی نسخے جمع کئے تھے۔ یہ کتاب پیرس کے شاہی کتب خانے سے سنہ ۱۸۳۵ع میں چھپ کر نکلی۔ اس سال دتاسی نے اردو کی ایک اور مسلسل کتاب گل بکاؤلی کا فرانسیسی زبان میں خلاصہ شایع کیا۔ ۱۴

## تاریخ ادبیات ہندوی و ہندستانی

ان ابتدائی کاموں کے بعد دتاسی کو اردو ادب کا خاصا ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ اس اثنا میں اس نے ہندستانی مصنفین کی بہت سی کتابیں اور تقریباً جملہ تذکرے اپنے کتب خانے میں جمع کر لیے تھے جو انگریز یا فرانسیسی ہندستان آتے تھے دتاسی ان سے مراسلت کر کے اردو مخطوطے اور مصنفین کے حالات طلب کیا کرتا چنانچہ اس مضمون کے آخری حصے کے مطالعے سے واضح ہوگا کہ اس سلسلے میں اس زمانے کے تمام مستشرقین سے اس کی شناسائی ہو گئی تھی۔ نیز ہندستانی ادبیات کی ضمن میں تیس چالیس یورپین افراد سے اس کو تعلق رہا ہے۔

خوش قسمتی سے دتاسی کی کاوشیں اکثر دفعہ کارگر ہوئیں۔ اس کا گھر ہندستان کے شاہی اور دوسرے عالی شان کتب خانوں کے بعض اچھے اچھے مخطوطوں یا ان کی نقلوں سے مالا مال ہو گیا۔ مطبوعہ کتابیں اس کے ہاں بطور تحفہ آنے لگیں اور بعض دفعہ اس کے لیے اس کے دوستوں نے خود مصنفین سے ان کے حالات دریافت کر کے روانہ کیے۔

ان تمام سہولتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ دتاسی نے چار پانچ سال کی محنت کے بعد ہندستانی ادب کی ایک تاریخ مرتب کرنے میں کامیاب ہو گیا جو سنہ ۱۸۳۹ء میں ”تاریخ ادبیات ہندوی و ہندستانی“ کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں پیرس کے شاہی کتب خانے سے شائع ہوئی۔ یہ تاریخ نہ صرف یورپی زبانوں میں اس موضوع پر اہم قسم کی پہلی چیز تھی بلکہ خود اردو میں بھی اس طرح کا کوئی کام اس وقت تک نہیں کیا گیا تھا۔ یہ واقعی ایک حیرت کی بات ہے کہ ایک غیر شخص ہماری زبان و ادب کی تاریخ لکھ کر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ دتاسی کا یہ کارنامہ دیوان ولی کی اشاعت سے بھی زیادہ اہم ہے۔

کو اس میں بعض جگہ غلطیاں دکھائی دیتی ہیں لیکن اس زمانے کی معلومات کے لحاظ سے ان غلطیوں کا پایا جانا ایک فطری بات تھی۔ جس قدر مواد اُردو تذکروں، مخطوطوں کی اندرونی شہادتوں اور ادیب مستشرقین کے بیانات سے حاصل ہو سکا اس کو دتاسی نے خاص سلیقے اور خوبی سے ایک کارآمد کتاب کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔ ہمارے تذکرہ نویسوں کے مبالغہ آمیز بیانات اور مبہم اسالیب بیان اکثر دفعہ خود ہماری زبان کے اہل تحقیق ہی کو پریشان کر دیتے ہیں گارساں دتاسی تو ایک بالکل غیر ملک اور غیر طرز تمدن کا پروردہ تھا۔ اس کو ان کتابوں سے اصل مطلب اور کام کی باتیں حاصل کرنے میں جو دقت حاصل ہوئی ہوگی اس کا اندازہ ہم اُردو داں بہت کم کر سکتے ہیں۔

دتاسی کی کتاب کی سب سے زیادہ منفید خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک سائنٹیفک تاریخ ادبیات اُردو ہے۔ ہمارے تذکرہ نویس، شاعروں کے اصل حالات زندگی اور خصوصاً ان کی تاریخ پیدائش و وفات یا کتابوں کے سنہ تصنیف کے اظہار میں ہمیشہ غافل رہے ہیں۔ دتاسی کو بھی اس کی بڑی سخت شکایت ہے۔ اس نے ضروری حالات اور معتبر تواریخ معلوم کرنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے اور ان تاریخوں وغیرہ کے لحاظ سے تو دتاسی کا یہ کام بے حد قابل قدر ہے۔

یہ کارنامہ ابھی اختتام تک نہیں پہنچا تھا کہ اس کی اہمیت کا دتاسی کے ہم وطن ہم عصروں نے اندازہ لگا لیا۔ فرانسیسی علما اس کی مشکلات اور کام کی خوبی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ، تاریخ ادبیات ہندوی و ہندستانی کی اشاعت سے ایک سال قبل ہی یعنی سنہ ۱۸۳۸ء میں گارساں دتاسی کو فرنچ اکیڈمی کا رکن بنا لیا۔ یہ وہ عزت ہے جو فرانس میں بہت کم ادیبوں اور محققوں کو اس عمر میں حاصل ہوتی ہے۔

دتاسی کی تاریخ ادب صرف فرانس ہی میں نہیں بلکہ انگریز مستشرقین

میں بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی چنانچہ اس کی اشاعت کے بعد ہی انہوں نے ہندوستانیوں میں اس کے ترجمے کا خیال پیدا کیا اور آخر دہلی کالج کے پروفیسر مولوی کریم الدین نے اپنی کتاب طبقات الشعراء اسی فرانسیسی تاریخ کے ایک آزاد ترجمے کے طور پر شایع کی -

اس سلسلے میں مولوی کریم الدین اور دتاسی کے درمیان مراسلت بھی جاری ہو گئی چنانچہ دتاسی کے مخطوطوں میں سے ایک دو ایسے بھی ہمارے نظر سے گزرتے ہیں جن کو مولوی کریم الدین نے اس محقق کے یہاں بطور تحفہ روانہ کیا تھا -

## ہندی کا شوق اور افتتاحیہ خطبے

تاریخ کی اشاعت کے بعد دتاسی کچھ عرصہ تک درس و تدریس ہی میں مشغول رہا اور اس بات کی کوشش کی کہ ہندوستانی کی دوسری شاخ ہندی پر اور زیادہ مہارت حاصل کر لے - اس نے اپنی تاریخ میں ہندی مصنفین کا بھی ذکر کیا ہے لیکن اب اس نے محسوس کیا کہ اس طرف اور بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے -

ساتھ ہی گارساں دتاسی نے اردو کام کو بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا چنانچہ سنہ ۱۸۴۵ء میں میاں مسکین کے ایک مرثئے کا فرانسیسی ترجمہ شایع کیا اور اسی زمانہ میں گورنر جنرل لارڈ ایلن برو کے اس فرمان کا بھی ترجمہ چھپوایا جو مندر سومنات کے دروازوں سے متعلق شایع کیا گیا تھا -

۱۸۴۷ء میں مدرسۃ السنۃ مشرقیہ میں ہندوستانی کے ساتھ ساتھ دتاسی ہندی بھی پڑھا یا کرتا تھا لیکن فرانسیسی زبان میں اس کا کوئی قاعدہ نہیں تھا - چنانچہ یہ کام بھی دتاسی ہی کو کرنا پڑا - اور ہندوستانی قواعد کی اشاعت کے اٹھارہ سال بعد سنہ ۱۸۴۷ء میں اس

نے ”قاعدۂ زبان ہندوی“ کے نام سے ایک کتاب شایع کی جو اپنے موضوع کے لحاظ سے بالکل نئی اور کار آمد چیز تھی -

ان تمام کاموں کے بعد دتاسی کی شہرت ہندستان میں پھیل چکی تھی اور نہ صرف انگریز بلکہ ہندو اور مسلمان ادیب بھی اس کے یہاں اپنے کام تلتید و تبصرہ کے لیے روانہ کرنے لگے - اس طرح دتاسی کی ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہو گئی - اور بغیر زیادہ کد و کاوش کے اس کے گھر ہندستانی ادبیات کا ذخیرہ جمع ہونے لگا -

جب دتاسی نے دیکھا کہ ہندستان سے مستقل طور پر معلومات حاصل کرنے کے ذریعے پیدا ہو گئے ہیں - تو اس نے ہر تعلیمی سال کے آغاز پر اپنے معمولی درسوں سے پہلے ایک خطبہ افتتاحیہ پڑھنا شروع کیا اس خطبے میں وہ سال گذشتہ کی جملہ ہندستانی ادبی اور علمی تحریکوں پر نظر باز گشت ڈالتا تھا - اس قسم کا پہلا خطبہ غالباً سہ ۱۸۵۰ء میں شایع ہوا -

دتاسی کے یہ خطبے تاریخی حیثیت سے بے حد قیمتی ہیں - ان سے ہندستانی زبان و ادب کی سالانہ ترقی سن وار محفوظ ہو گئی ہے اور محققین کے لئے ایک نہایت مفید مواد حاصل ہو گیا ہے - خوش قسمتی سے ان میں سے بعض مطبوعہ خطبوں کے اردو ترجمے انجمن ترقی اردو کے رسالے میں شایع ہو چکے ہیں - جن کے مطالعہ سے وہ لوگ جو فرانسیسی نہیں جانتے ان کی قدر و قیمت کا اندازہ لگا سکتے ہیں -

ان خطبوں نے دتاسی کے زمانے میں ہندستانی ادبیات کی حمایت و اشاعت کا بھی بہت کچھ کام کیا ہے - چنانچہ دتاسی کی وفات کے بعد فرانسیسی اکیڈمی کے صدر نے مجلس میں سرکاری طور پر جب اس کے اوصاف بیان کیے تو دوران تقریر میں ان خطبوں

کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے انشا کا اردو ترجمہ یہ ہے:—

”مدرسۃ السند مشرقیہ کے پروفیسر کی حیثیت سے دتاسی ہر سال اپنے لکچروں کو ایک خطبے سے شروع کرتے تھے جس میں وہ گذشتہ سال کی ادبی تحریکات ہند پر نظر ثانی کرتے۔ یہ تبصرہ اس قدر صحیح اور ثمرہ ہونا تھا کہ اس کو نہ صرف اہل فرانس ہی پڑھتے بلکہ انگلستان، روس اور ہر اس جگہ کے لوگ جہاں مشرق سے دلچسپی لی جاتی، اس تبصرہ کا غور و خوض سے مطالعہ کرتے تھے خود ہندوستان میں ہمارے رفیق کار کی رائے کو بڑی وقعت سے دیکھا جاتا تھا۔“

آج اس اثناء میں دتاسی کی نظر سے ایک اردو ڈرامہ گذرا، اور چونکہ وہ جانتا تھا کہ اردو ادب میں اس صنف کی قابل افسوس کمی ہے اس لئے اس ڈرامے کو اس نے غور سے پڑھا، اور نہ صرف یہی بلکہ اس کا فرانسیسی میں ترجمہ بھی کیا جو سنہ ۱۸۵۰ع میں شایع ہوا۔

اوپر یہ ذکر آچکا ہے کہ اس زمانے میں دتاسی ہندی کی طرف بڑی متوجہ تھا۔ اس سلسلے میں یہاں یہ امر قابل اظہار ہے کہ سنہ ۱۸۵۲ع میں اس نے ”شکنتلا ناٹک“ کا ایک فرانسیسی ترجمہ شایع کیا۔

دو سال بعد سنہ ۱۸۵۳ع میں دتاسی نے ایک اور دلچسپ کام ختم کیا یعنی ”ہندوستان کی عورت شعرا“ پر اس نے ایک کتاب شایع کی جو بڑے موضوع کے لحاظ سے واقعی نئی چیز تھی۔

دوسرے ہی سال یعنی سنہ ۱۸۵۵ع میں دتاسی کی ایک اور قابل قدر کتاب شایع ہوئی۔ جس کا نام ”ہندوستانی مہمانین اور ان کے کار نامے“ ہے۔ یہ کتاب گو ضخیم نہیں۔ لیکن تاریخی ادبیات اردو لکھنے والے کے لیے نہایت

مفید ہے۔ اور حوالہ جات کی کتابوں میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔

اس کے بعد کے دو برسوں میں اڈیچہ اس فرانسیسی محقق کی کوئی خاص کتاب شایع نہیں ہوئی لیکن یہ ملحوظ رہے کہ وہ ہرسال جو خطبہ افتتاحیہ پڑھا کرتا تھا وہ ساتھ ہی ایک رسالہ کی شکل میں شایع ہو جاتا تھا۔ اس موقع پر اس امر کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ فدرسلہ ۱۸۵۷ء کے بعد اس نے جو خطبہ لکھا وہ اس زمانہ کے قیامت خیز واقعات کا ایک ہم عصر تبصرہ ہونے کی وجہ سے نہایت قیمتی ہے۔

اس عرصے میں دناسی نہال چلد لاہوری کی کتاب ”تاج الملوک و بکاولی“ پر بھی کام کرتا رہا تو چنانچہ اس کا ترجمہ سلہ ۱۸۵۸ء میں شایع ہوا۔

## سنہ ۱۸۶۰ء سے سنہ ۱۸۷۵ء تک

اب دناسی بہت بوڑھا ہو چلا تھا مگر اس کی علمی دلچسپیاں اور کام کاج برابر جاری تھے۔ اس کی عمر پینسٹھ سے زیادہ تھی جب اس نے سر سید احمد خاں کی مشہور کتاب ”آثار الصنادید“ کا فرانسیسی ترجمہ کرنا شروع کیا۔ اس کتاب کی موجودہ ادبی اور تاریخی اہمیت سے اہل نظر نا واقف نہیں ہیں۔ لیکن ستر برس پہلے ایک اجنبی پروفیسر کا اپنے بوڑھے میں اس کے ترجمے کا ارادہ کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اس کتاب نے اس کو کس قدر متاثر کیا تھا اور یہ بھی کہ دناسی کا ذوق علم کس قدر اعلیٰ تھا کہ اس کتاب کو ترجمے کے لیے فوراً انتخاب کر لیا۔ یہ ترجمہ سلہ ۱۸۶۱ء میں پیرس کے شہنشاہی مطبع سے چھپ کر نکلا۔

دو سال بعد سنہ ۱۸۶۳ء میں دتاسی نے اپنے قدیم ”قاعدہ زبان ہندوستانی“ پر نظر ثانی کر کے اس کی دوسری طبع شایع کی۔ یہ کتاب پہلی دفعہ سنہ ۱۸۳۳ء میں شایع ہوئی تھی۔ اور تیس سال کا درمیانی عرصہ درس و تدریس کے عملی تجربوں کے لحاظ سے کافی سبق آموز تھا۔ بعد کے چلند مہولے اردو ”اخوان الصفا“ کے اقتباسات کے ترجمے میں گزرے۔ اور یہ ترجمہ سنہ ۱۸۶۴ء میں شایع ہوا۔<sup>۱</sup>

اس کے بعد پانچ چھ برس تک دتاسی نے کوئی نیا کام نہیں کیا البتہ سالانہ افتتاحیہ خطبہ تیار کرتا رہا جو ہر سال وسعت معلومات اور پختگی نقطہ نظر کی وجہ سے زیادہ پر لطف اور مفید ہوتے جاتے تھے۔

اس عرصہ میں ”تاریخ ادبیات ہندی و ہندوستانی“ کو چھپے ہوئے تیس سال سے زیادہ گزر چکے تھے۔ اور درمیانی زمانے میں گارسان دتاسی کی معلومات طوفانی رفتار کے ساتھ ترقی کرچکی تھیں اس لحاظ سے ضروری تھا کہ وہ اس پر نظر ثانی کرتا۔ چنانچہ خوش قسمتی سے پچھتر برس کی عمر میں وہ یہ کام بھی کر سکا۔ اور اس کی تاریخ کی دوسری طبع اس دفعہ تین جلدوں میں ۱۸۷۰ء میں شایع ہوئی۔

اس طبع کے وقت وہ پروفیسر اور محقق کی حیثیت سے بے حد مشہور ہو چکا تھا۔ دنیا کے ہر مہذب ملک میں اس کے قدردان پیدا ہو گئے تھے۔ بادشاہوں کے درباروں سے اس کو بڑے بڑے خطابات عطا کئے گئے تھے۔ اس کی جماعتوں میں طالب علموں کی کثرت تھی اور اکثر نوجوان مستشرق اس کے اسی سال کے تجربوں اور معلومات سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اس کی اس مقبولیت کا اندازہ اس مضمون کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے جو فرانس کے ایک مشہور سالہ ”مصحف علماء“ (Journal des Savants) کے مئی سنہ ۱۸۷۵ء



کے نمبر میں شایع ہوا تھا۔ اس مضمون نگار کا نام 'بار تھیلیمی سان ہلیر' (B. Saint-Hilaire) تھا وہ اپنے مضمون کو جن الفاظ میں ختم کرتا ہے ان کا اردو ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے تاکہ دناسی کی نسبت اس کے ایک ہم عصر کی رائے معلوم ہو سکے:—

”آج پچاس برس کا عرصہ گذر گیا کہ دناسی اس کام (یعنی پروفیسری) کو نہایت خوبی اور کمال سے انجام دے رہے ہیں اور ان کے شاگردوں کی تعداد خاصی ہو گئی ہے۔“

### آخری زمانہ

دناسی کی زندگی کے آخری سال کچھ کم مشغولیت میں نہیں گذرے۔ وفات سے ایک دو سال پہلے یعنی سنہ ۱۸۷۶ء میں اس نے ایک اور اہم کام ختم کیا۔ اس کی عمر بیاسی سال کی تھی جب اس کا یہ کارنامہ شایع ہوا۔ یہ کتاب ہندوستانی، عربی، فارسی، اور ترکی مقبول عام نظموں، قولوں، اور تلمیحوں کے فرانسیسی ترجموں کا مجموعہ تھی۔ اس کی خوبی اور اہمیت کا اندازہ اس امر کے اظہار سے ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ایسے مستشرق کی مسلسل محنت اور حصول معلومات کا نتیجہ ہے جس نے اپنی زندگی کا کل بہترین زمانہ یعنی ساٹھ ستّر سال اسلامی زبانوں، تہذیب اور ادبیات کے مطالعہ اور درس و تدریس میں گزار دیا۔

اس دلچسپ کتاب کی ترتیب کے ساتھ ساتھ دناسی ایک اور اہم علمی خدمت میں مشغول تھا۔ چونکہ وہ خود بوزھا ہو گیا تھا۔ اس لیے اپنے شاگرد رشید ڈیلا نکل (F. Delance) سے اس نے ایک ”ہندوستانی فرانسیسی اور فرانسیسی ہندوستانی لغت“ تیار کرنے کی فرمائش کی۔ اور خود اس کام کی شروع سے آخر تک نگرانی کرتا رہا۔ یہ اعلیٰ درجے کا کارنامہ بھی سنہ ۱۸۷۶ء میں شایع ہوا۔

ان دو اہم کتابوں کی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد ہی دتاسی نے مہرامن کی ”باغ و بہار“ کا فرانسیسی ترجمہ شروع کیا جو سنہ ۱۸۷۸ء میں اُس کی وفات سے چلند مہینہ پہلے چھپ کر نکلا۔ لیکن یہ کتاب دتاسی کا آخری کارنامہ نہیں تھی۔ اس کی آخری کوشش ”مسلمانوں کے نام اور خطاب“ کے نام سے شایع ہوئی اس کتاب کا موضوع بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ فرانسیسی محقق ایلہی آخری عمر میں اسلام اور مسلمان پر کام کرنے میں مشغول تھا۔ اور اسلامی تصوف کا وہ ذوق جس نے پچیس تیس برس کی عمر میں اس کو اسلامی زبانوں کی تحصیل کی طرف متوجہ کیا تھا، چوراسی برس کی عمر میں عملے سنہ ۱۸۷۸ء تک اس سے کام کراتا رہا۔

دتاسی ایک اُن تھک محنت کرنے والا انسان تھا۔ اس کی ساری عمر پُر خلوص علمی خدمت میں گزری۔ فرانسیسی زبان میں ہندستانی کے متعلق اس نے جو معلومات منتقل کی ہیں انہی معلومات ہماری زبان کی نسبت خود انگریزی میں بھی اب تک موجود نہیں۔ حالانکہ اس وقت تک کئی انگریز علماء اس موضوع پر کام کرتے رہے ہیں اور انہیں دتاسی کے مقابلے میں ہر طرح کی سہولتیں بھی حاصل رہیں۔ کم

دتاسی نے ایک کامیاب زندگی بسر کی۔ خوش قسمتی سے اس کے زمانہ نے بھی اس کی وسعت معلومات اور غیر معمولی لیاقت سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ اور اس کی محنتوں کے بار آور ہونے لگے۔ ہر طرح امداد پہونچائی۔

فرانس میں اس کی کماحقہ عزت افزائی ہوئی۔ نہ صرف انسٹیٹیوٹ دی فرانس جیسی رفیع الشان مجلس کا وہ رکن بنایا گیا بلکہ ”شیوالیر دلا لہژرون دائر“ (Chevaliar de la Legion

(d'honneur.) جیسا اعلیٰ رتبہ بھی اس کو حاصل ہوا۔ دوسرے ملکوں سے

اس کو جو خطابات عطا ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے :—

۱۔ پرتگال -

“Commandeur del' ordra de saint jaques du Portugal”

۲۔ سویڈن -

“Chevalier de l' Etoile Polaire de Suede”

۳۔ ہندستان -

Knight of the Imperial order of the star of India”

ان کدرباری اور سیاسی ہمت افزائیوں کے علاوہ دتاسی کی حقیقی علمی قدر و منزلت اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ وہ پیرس کی مشہور ایشیائک سوسائٹی کا نہ صرف بانی تھا بلکہ آخر میں اس کا صدر بھی منتخب ہوا تھا۔ سینٹ پیٹرس برگ، برلن، ویلنا، فلارنس، اسپال وغیرہ جیسے اہم مقامات اور دارالحکومتوں کی مشہور علمی اکیڈمیوں اور مجالس اعلیٰ کا مصروف دکن ہونے کے علاوہ دتاسی ’لندن‘ کلکتہ اور بمبئی کی ایشیائک سوسائٹیوں کا بھی اعزازی دکن تھا۔

لہکن ان تمام اعزازات اور رتبوں کے باوجود گارسان دتاسی ایک مذکور مزاج اور سادہ طبیعت آدمی تھا۔ اس کی وفات کے بعد اکیڈمی کے صدر نے اس کے اوصاف میں جو تقریر لکھی اور جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ اس کے چند اقتباسات کا ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے دتاسی کے اخلاق و عادات پر روشنی پڑتی ہے۔

”گذشتہ چہار شدہ کو موسیو گارسان دتاسی کا جنازہ اُٹھایا گیا

ان کی خواہش کے مطابق جس کو انہوں نے با ضابطہ ظاہر کیا تھا، اکیڈمی سرکاری طور پر ان کے جنازہ کے ہمراہی کے لیے شریک نہیں ہوئی یہ بدحیثیت دوستوں کے تھا جو ہم نے ان کے جنازہ کے ہمراہی کی

لاش مارسیلز کو روانہ کی گئی اور کوئی تقریر نہیں کی گئی۔ اس لیے اب اجازت دیجیے کہ اپنے کھوئے ہوئے دوست کو الوداع کہوں۔

.....  
ان کی شہرت ہندستان میں فرانس سے زیادہ تھی۔ ہندستانی صحیفوں میں ان کی تصویریں چھپیں اور نثر و نظم میں اس مغربی تلتید نگار کی مدح میں گیت گائے گئے۔  
.....

گارساں دتاسی کا نام ایک آن تھک کام کرنے والے، ایک پختہ مستشرق کی حیثیت سے ہمیشہ یادگار رہے گا۔ لیکن جس چیز کی ہم (جو انہیں جانتے تھے) تعریف کرنے پر مجبور ہیں وہ ان کے اخلاق، نرم دلی اور ناقابل قبول انکسار ہے وہ دوسروں کے مقابلے میں خود کو چھوٹا سمجھنے کے لیے ہمیشہ تیار تھے۔ ”وہ علم سے سوائے اس کی خدمت کے اور کسی بات کے طلبگار نہ تھے۔“

اپنے آبا و اجداد کے مذہب عیسائیت کے وہ پورے معتقد تھے اور صبر و رضا کے ساتھ انتقال کیا۔“

گارساں دتاسی کے کتب خانے کے قلمی نسخوں  
کی فہرست

### دکنی مخطوطے

۱۔ قصص الانبیاء—محمد بن حسن الدیلوری التحفنی کی فارسی کتاب  
”قصص الانبیاء“ کا دکنی ترجمہ از عبدالصمد عبدالوہاب خان ابن نصرت  
خان اصل فارسی کتاب سلبی کی عربی قصص الانبیاء کا ترجمہ تھی۔  
خوبصورت مخطوطہ۔ نظام آباد یا ارکٹ (تحصیل محمد پور)

میں سنہ ۱۲۳۳ھ (م ۱۸۱۷ع - ۱۸۱۸ع) نقل کیا گیا - ۲۱۱ ورق - کتلاگ نمبر ۲۷۸۵ -

۲ - خزانۃ عبادت—طویل مثنوی مصنفہ شاہ محمد قادری سنہ تصنیف ۱۱۹۹ھ (م ۱۷۸۳ع) دکنی مسلمان اس کتاب کی بہت عزت کرتے ہیں۔

مخطوطہ خوبصورت نستعلیق میں ۴ شہر مدراس میں سنہ ۱۸۳۸ع میں نقل کیا گیا - کاتب غلام قادر - گارسان دتاسی کو یہ نسخہ پانڈیچری کے موسیو اے سکے (M. E. Sice) نے دیا تھا - ۲۸۷ ورق کتلاگ نمبر ۲۷۸۶ -

۳ - قصہ فیروز شاہ—مصنفہ محمد عاجز دکنی مصنف لعل و گوہر - یہ مخطوطہ فورت ولیم کالج کلکتہ کی ملکیت رہ چکا تھا - کتلاگ نمبر ۲۸۰۴ -

۴ - قصہ پینمبران—مؤلا محمد باقر مجلسی کی فارسی کتاب ”حیات القلوب“ کا اردو ترجمہ - از ولی محمد بن حافظ میران - مخطوطہ پانڈیچری میں نقل کیا گیا - خط خوبصورت کتلاگ نمبر ۲۷۸۴ -

۵ - دیوان ولی—شاہ محمد ولی اللہ - جہاں جہاں سمجھہ میں نہیں آیا - یا جہاں الفاظ متروک نظر آئے کاتب نے وہاں اپنے زمانے کے الفاظ داخل کر دیے ہیں - اس کے علاوہ اکثر دفعہ اُس نے غالباً اپنے اشعار داخل کر کے اس میں ولی سے منسوب کر دیا ہے - ۱۸۲ صفحات - (اس مخطوطہ کا نام دتاسی نے دیوان ولی مخطوطہ ای (M. E.) رکھا تھا - کتلاگ نمبر ۲۸۲۱ -

۶ - دیوان ولی - یہ مخطوطہ گارسان دتاسی کے مخطوطات دیوان ولی میں سب سے زیادہ مکمل، صحیح، قدیم، اور قابل وثوق ہے -

اسی کے مطابق دتاسی نے اپنا دیوان ولی مرتب کیا تھا - اس کا نام مخطوطہ نمبر ۱ (M. A.) تھا - اس کا کاتب غالباً سمجھدار اور محتاط آدمی ہوگا - ۱۲۵ ورق - کتلاگ نمبر ۲۸۲۲ -

۷ - دیوان ولی - مخطوطہ د (M. D.) قدیم و نہایت صحیح - لیکن کاتب نے وہ اشعار چھوڑ دیے جن کو وہ سمجھ نہ سکا - یہ مخطوطہ متوفی قبلو پرائس کی ملکیت تھا - اور اسی سے اس متشرق نے اپنی ”ہندستانی گرامر“ میں تین غزلیں منتخب کر کے شائع کی ہیں - ۲۷۰ ورق - کتلاگ نمبر ۲۸۲۳ -

۸ - دیوان ولی - مخطوطہ سی (M. C.) مورخہ ۲۶ صفر سنہ ۵۲۲ھ جلوس محمد شاہ - لکھا نہیں کہ کس شہر میں، لیکن ظاہر کرتی ہے کہ شمالی ہند میں نقل کیا گیا - ۲۰۲ ورق - کتلاگ نمبر ۲۸۲۴ - ۹ - دیوان ولی - مخطوطہ ایف (M. F.) نہایت اچھا نسخہ - خوبصورت تحریر لیکن نامکمل - صرف ردیف (و) تک کی غزلیں شامل ہیں - یہ مخطوطہ جے - قبلو رسل (J. W. Russel) کی ملکیت رہ چکا تھا - اور دتاسی کو مشہور متشرق شکسپیئر نے دیا تھا - ۱۲۹ صفحات - کتلاگ نمبر ۲۸۲۵ -

۱۰ - دیوان ولی - مغل شاہشاہ محمد شاہ کے کتب خانے کی ملکیت - تیس تحریر، صحیح اور بغیر تغیر و تبدل کے ۲۳۱۰ صفحات - کتلاگ نمبر ۲۸۲۶ -

۱۱ - دیوان ولی - مخطوطہ جی (M. G.) مکمل اور بہت اچھی حالت میں - بغیر تاریخ کتلاگ نمبر ۲۸۲۷ -

۱۲ - دیوان ولی - مخطوطہ آئی (M. I.) ایس لی پریسان (S. Lee Paraisson) کی ملکیت مورخہ سنہ ۱۱۸۰ع مکمل - لیکن بعض جگہ غلط و کتلاگ نمبر ۲۸۲۸ -

۱۳ - دیوان ولی - مورخہ سنہ ۱۷۸۰ع - کیتان فولیس (Faules) کی فرمائش پر نقل کیا گیا تھا - نہایت صاف لکھا ہوا اور مکمل - ۲۵۷ صفحات و کتلاگ ۲۸۸۹ -

۱۴ - دیوان ولی - خود گارساں دتاسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ اس سے کلیات ولی سنہ ۱۸۳۲ع میں شایع کیا گیا - کتلاگ نمبر ۲۸۳۰ -

۱۵ - رسالہ نوحید یا کتاب التصوف - صوفیانہ موضوع پر دکنی زبان کی ایک مشہور نظم ۱۰۹ اوراق و کتلاگ نمبر ۲۸۳۵ -

۱۶ - توتی نامہ - بخشی کی کتاب کا دکنی نظم میں ترجمہ از مولانا غواصی - نسخہ نہایت قدیم اور خوبصورت خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے - حمد و نعمت کے بعد ایک فصل چار صنعتے کی سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مدح میں لکھی گئی ہے - ۲۰۰ صفحات کتلاگ نمبر ۲۸۳۹ -

۱۷ - لعل و گوہر از متعدد عاجز دکنی - ایک خوبصورت مجموعہ میں شامل ہے - آخر میں سحرالبیان بھی نقل کی گئی ہے - کتلاگ نمبر ۲۸۹۲ -

۱۸ - قصہ لعل و گوہر - از متعدد عاجز دکنی - ایک مجموعہ میں شامل ہے - جس میں مفرح القلوب ترجمہ ہتریدیش بھی منقول ہے - کتلاگ نمبر ۲۸۹۳ -

۱۹ - پنچھی باچھا - ملحق الطیر فریدالدین عطار کا دکنی ترجمہ از وحیدالدین - مصلحہ سنہ ۱۱۲۲ (۱۷۱۲ - ۱۷۱۳ع) یہ مخطوطہ پانڈیپجری کے موسیو سکے کی ملکیت رہ چکا تھا - اور نظام حیدر آباد کے کتب خانے سے نقل کیا گیا تھا - ۱۷۶ اوراق کتلاگ نمبر ۲۸۹۷ -

۲۰ - معراج نامہ - از سید بلاقی دکنی - مکتوبہ سنہ ۱۲۱۹ھ  
( ۱۸۰۳ - ۱۸۰۵ع ) کاتب شیخ احمد نے نظم کے آخر میں اپنی پسند  
کے اور شعر اضافہ کئے ہیں - یہ کتاب ایک مجموعہ میں شامل ہے -  
جس میں ۱۳ متفرق مثنویاں اور غزلیں ہیں - کتلاگ نمبر ۲۸۶۹ -

۲۱ - تزویج بی بی فاطمہ - از بلاقی یا نظام الدین یہ کتاب بھی  
متذکرہ بالا مجموعہ میں شامل ہے -

۲۲ - کھوپری نامہ از نظام الدین دکنی - یسوع مسیح کا ایک  
قصہ - یہ بھی متذکرہ مجموعہ میں شامل ہے - ہیر بلوت (D, Herbelot)  
نے ایک کتاب قصۃ الجمعہ کا ذکر کیا ہے - جس میں یہی قصہ بیان  
کیا گیا ہے -

۲۳ - قصہ دحیا کبلی - ایک صحابی کا قصہ - تہیت دکنی  
زبان میں از عبیدی یا عابدی آخر میں دو قصیدے بھی ہیں -  
مکتوبہ سنہ ۱۲۲۱ھ ۱۳ صفحات ۱ یہ بھی متذکرہ مجموعہ میں  
شامل ہے -

۲۴ - مروجی کے احوال ۱ یا مروجی احوال سے ۱۸ صفحات کی  
مثنوی جس کو دتاسی نے وحید دکنی کے نام سے منسوب کیا ہے - متذکرہ  
مجموعہ میں -

۲۵ - قصہ حضرت علی سیل - وحیدی دکنی مصلفہ ۱۲۱۸ھ  
اس کا اصل نام غالباً وہی ہے جو ایست انڈیا کمپنی کے کتب خانے کے نسخے  
پر لکھا ہے - یعنی قصہ در احوال جان محمد حلیف مکتوبہ ۱۲۱۸ھ  
۳۷ صفحات متذکرہ مجموعہ میں -

۲۶ - مجلس طفلی - یہ غالباً مرثیہ ہے ۲۳ صفحات - غم نامی  
شاعر سے منسوب ہے - جس کے متعلق کوئی معلومات نہیں - متذکرہ  
مجموعہ میں -



۲۷ - قصہ چندر بدن و ماہیار - از میر حیدر شاہ دکنی ۳۱ صفحات -  
 اس کا ایک نسخہ چندری لال حیدر آباد کے کتب خانے میں تھا - متذکرہ  
 مجموعہ میں -

۲۸ - تولد نامہ خاتون جلت - مثنوی ۵۱ صفحات - نام مصنف  
 نا معلوم متذکرہ مجموعہ میں -

۲۹ - وفات نامہ خاتون جلت - نظم ۱۵۰ صفحات ۱ نام مصنف  
 نا معلوم متذکرہ مجموعہ میں -

۳۰ - قصہ ملکہ بادشاہ - نظم از محمد پھر دکنی - مصنف  
 کہتا ہے کہ یہ کتاب فارسی کا ترجمہ ہے - در اصل اس یونانی ملکہ کا  
 قصہ فارسی میں بھی موجود ہے جس کا ایک نسخہ پیرس کے قومی کتب  
 خانے میں محفوظ ہے - ۳۲ صفحات ۱ متذکرہ مجموعہ میں -

۳۱ - قصہ دولی نامہ - مثنوی از شاہ محمد زماں یار دکنی  
 ۱۹ صفحات متذکرہ مجموعہ میں -

۳۲ - قصہ ابوالنہض نوری - نظم نہایت دلچسپ قصہ ہے - از  
 خانی دکنی - ۳۰ صفحات متذکرہ مجموعہ میں -

۳۳ - قصہ ماء منور سوداگر بچہ و شمشاد بانو دختر فرنگی -  
 از دیدار دکنی نامکمل نسخہ ۲۲ صفحات ایک مجموعہ میں شامل  
 ہے جس میں قصہ رضوان شاہ فایز بھی داخل ہے کتلاگ نمبر ۲۸۷۰ -

۳۴ - قصہ رضوان شاہ از فایز دکنی سنہ ۱۶۸۳ع اشک نے اسی  
 مضمون پر ایک قصہ نثر میں لکھا ہے - ۲۰۲ صفحات متذکرہ مجموعہ -

۳۵ - قصہ شیخ زا ( ضیا ؟ ) دکنی میں ایک چھوٹی سی صوفیانہ  
 مثنوی - بحر رمل میں لکھی گئی ہے نسخہ نہایت بے احتیاطی سے  
 نقل کیا گیا ہے - اور مارسل کے کتب خانے کی ملکیت ہے جو قومی  
 کتب خانے کا ناظم تھا - کتلاگ نمبر ۲۸۷۴ -

۳۶ - گلشن عشق - از نصرتی دکنی ( ۱۶۵۸ ) یہ نسخہ لیڈن کی ملکیت رہ چکا تھا - مورخہ سنہ ۱۷۵۸ ع - از خط رمز علی چشتی ۳۶۸ صفحات کتلاگ نمبر ۲۸۷۶ -

۳۷ - کریما - پندنامہ سعدی فارسی معہ ترجمہ بڑبان دکنی اردو ۳۳ صفحات - کتلاگ نمبر ۲۸۸۸ -

۳۸ - جنگ نامہ سہراب و رستم - شالانامہ کے ایک حصہ کا ترجمہ از منشی کاظم الدین دکنی - سر ریوس شمئی ہوتن کی ملکیت ۲۵۰ ورق - کتلاگ نمبر ۲۸۹۱ -

۳۹ - ترجمہ انوار سہیلی - بڑبان دکنی - نام مصنف نامعلوم - خوبصورت مخطوطہ مورخہ سنہ ۱۱۷۹ ھ ( ۱۷۰۵ ع ) آدم کلارک کی ملکیت کتلاگ نمبر ۲۸۹۲ -

۴۰ - ترجمہ انوار سہیلی - نہایت خوشخط نسخہ - ہدیری چنڈلر ( Henry Chandler ) کی ملکیت - حاشیہ پر انگریزی میں نوٹ ہیں - ۱۸۰ اوراق کتلاگ نمبر ۲۸۹۳

۴۱ - دکنی غزلیں - چھوٹا خوبصورت مخطوطہ - دتاسی کو موسیو اس سیکے ( M. F. Sice ) نے دیا تھا - کتلاگ نمبر ۲۹۱۳ -

۴۲ - ایک دکنی قصہ - دتاسی کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا - ۵۱ صفحات کتلاگ نمبر ۲۹۱۵ -

۴۳ - ایک دکنی قصہ - دتاسی کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا - نام مصنف نامعلوم کتلاگ نمبر ۲۹۱۷ -

۴۴ - ایک دکنی قصہ - دتاسی کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا - متذکرہ بالا قصہ کے ساتھ شامل ہے -

## قلمی اُردو تذکرے

۱ - تذکرہ فتح علی حسینی گردیزی - ۱۱۵۳ھ (م ۱۷۴۰ - ۱۷۴۱ع)  
شمال اور دکن کے سو شاعروں کے حالات - کپتان ترویر (Troyer) نے  
تہپو سلطان کے ایک مخطوطہ سے نقل کیا - خوشخط - ۱۷۰ صفحات -  
اس کی اور نقلیں ایسٹ انڈیا ہاؤس - اوسلے (Ousley) کلکشن اور  
کتب خانہ وزیر نظام میں موجود ہیں کتلاگ نمبر ۲۹۴۱ -

۲ - تذکرہ شعراے ہندی از غلام ہمدانی مصحفی (۱۷۶۰ - ۱۸۱۵ع)  
محمد شاہ کے عہد (۱۷۱۰ع) سے سنہ ۱۷۸۳ع تک کے شاعروں کے حالات ،  
فورت ولیم کے کتب خانے سے یہ نسخہ سنہ ۱۸۳۲ع میں نقل کیا گیا -  
۱۵۴ صفحات کتلاگ نمبر ۲۹۳۸ -

۳ - گلزار ابراہیم - تین سو ہندستانی شاعروں کا تذکرہ ، مصنفہ  
علی ابراہیم امین الدولہ ناصر جنگ یہ کام سنہ ۱۷۷۲ع میں شروع کیا  
گیا اور ۱۷۸۳ع میں ختم ہوا - خط نسخ میں نہایت احتیاء کے ساتھ  
موسیو ترویر نے گارنر دتاسی کے لیے نقل کیا - کتلاگ نمبر ۲۸۱۰ -

۴ - گلزار ابراہیم - از علی ابراہیم - خوبصورت نستعلیق میں یہ  
نسخہ ٹرنر ماکن (Turner Macan) ایڈیٹر "شاہ نامہ" کی ملکیت  
وہ چکا تھا - ۲۵۱ ورق کتلاگ نمبر ۲۸۱۱ -

۵ - گلشن ہند - از مرزا علی لطف فرزند کاظم بیگ خاں  
مورخہ ۱۲۱۵ھ (م ۱۸۰۰ - ۱۸۰۱ع) لطف نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اُس نے  
اپنے کام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے - صرف پہلا حصہ جو ساتھ بڑے  
شاعروں پر مشتمل ہے مکمل ہے - دوسرا ختم نہیں ہوا -

سید ذوالفقار علی تجلی نے بتاریخ ۱۲۲۳ھ (م ۱۸۳۷ - ۱۸۳۸ع)  
وزیر نظام حیدرآباد کے نسخے سے نقل کیا - دتاسی کو کرنل سیٹوارڈ

- (Steward) نے تحفہ دیا تھا - ۲۰۰۰ صفحات ، کتلاگ نمبر ۲۸۰۷ -
- ۶ — مجموعہ نغز - از ابوالقاسم دہلوی ( ۱۸۰۶ - ۱۸۰۷ ) تقریباً آٹھ سو شاعروں کے حالات لکھے ہیں ، نہایت خوشخط مخطوطہ - ۹۱۸ اوراق ، کتلاگ نمبر ۲۹۳۷ -
- ۷ — عمدہ منتخبہ - از مہر محمد خان اعظم الدولہ سرور ابن نواب ابوالقاسم مظفر خان بہادر بارہ سو شاعروں کے حالات - ۱۲۲۱ ھ ( م ۱۸۰۶ - ۲۸۰۷ ع ) نواب حسین علی خان بہادر نے ۱۸۴۹ ع میں نقل کیا - ۷۴۲ صفحات ، کتلاگ نمبر ۱۹۳۹ -
- ۸ — دیوان چہان - انتخاب کلام شعرائے ہند ، از بھلی نرائین لاہوری ۱۸۱۳ ع - ٹی روبک ( T. Robake ) کے مشورے پر یہ کام کیا گیا مکتوبہ ۱۸۳۲ ع کتلاگ نمبر ۲۸۰۸ -
- ۹ — گلشن بے خار ، از محمد مصطفیٰ شینتہ مصنفہ ۱۲۴۸ - ۱۲۵۰ ھ ( م ۱۸۳۲ - ۱۸۳۳ ) چھ سو شاعروں کے حالات - یہ کتاب دہلی میں ۱۲۴۵ ع میں شائع ہوئی - یہ مخطوطہ ۱۸۳۵ ع میں نہایت احتیاط کے ساتھ لکھا گیا ، دتاسی کومٹوفی بوتدوس دہلوی ( نے دیا تھا - کتلاگ نمبر ۲۹۴۰ —
- ۱۰ — نسخہ دلکشا - یہ کتاب بابو راجندر لال متھرا کے تذکرہ شعراء کا دوسرا حصہ ہے پہلا حصہ کلکتہ میں ۱۸۷۰ ع میں شائع ہوا - ۱۱۰ صفحات جس میں ہندستانی مصنفین پر ۵۸۷ مضامین ہیں ، یہ دوسرا حصہ ان شعراء سے متعلق ہے جن کے نام حرف ک سے شروع ہوتے ہیں - بہت ہی خوبصورت مخطوطہ - کتلاگ نمبر ۲۸۰۹ -

۱۱ — گلدستہ چھدری ، مصنفہ چھدر بخش حیدری مصنف توتا کہانی - یہ کتاب چھدری کی حسب ذیل تین کتابوں کا مجموعہ

ہے :- ۱ - مجموعہ ثواریخ و سوانح : (۱) - دیوان - (۳) - شعراے ہندستانی کا تذکرہ -

یہ تیسری کتاب اگر چہ ترتیب کے لحاظ سے اچھی ہے ، لیکن مصنف نے اسے تکمیل کو نہیں پہنچایا ، مخطوطہ نہایت اچھی حالت میں ہے ، اور خوشخط نستعلیق میں لکھا گیا ہے - ۲۶۳ ورق کٹلاگ - ۲۸۱۲

## اٹھم ہندستانی کتب خانوں کے مخطوطے

اس ضمیمے میں دتاسی کے اُن اردو مخطوطوں کی فہرست درج ہے - جو ہندستان کے قابل ذکر کتب خانوں یا اشخاص کی ملکیت تھی اور جو یا تو بحسنہ دتاسی کے یہاں پہنچ گئیں یا جن کی نقلیں نہایت اہتمام کے ساتھ تیار کی گئی تھیں -

۱- محمد شاہ کا شہنشاہی کتب خانہ دہلی :-

د دیوان ولی اورنگ آبادی ، اصلی درجہ کا خط - صدیق ، اردو بنیاد تغیر و تبدل کے ۲۳۲ صفحات (۲۸۲۹) یہ شاہی کتب خانے کا اصلی نسخہ ہے -

۲- حضور نظام حیدرآباد کا کتب خانہ :-

دہ پندرہویں باچھا ، منطق الطیر کا دکنی ترجمہ از وجیہ الدین مصنف ۱۱۲۲ھ - ۱۷۹۱ اردات نظام حیدرآباد کے کتب خانے سے غالباً موسیو سکے نے نقل کرایا (۱۸۶۷) -

۳- حضور نظام کے زیر کا کتب خانہ :-

الف- دہ دیوان افسوس : میر شیر علی افسوس کا اردو دیوان شروع میں ایک فارسی مقدمہ ہے جس میں مصنف کی سوانح صریح لکھی ہے - خوبصورت مخطوطہ - ۲۲۲

منہجات فی صفحہ ۱۵ سطر ۴ یہ وزیر نظام حیدرآباد کے کتب خانے کا اصلی نسخہ ہے - (۱۸۱۶) -

ب۔ دد گلشن ہند ۴۴ از مرزا لطف مورخہ ۱۲۱۵ھ کانپ سید ذوالفقار علی تجلی بتاریخ ۱۲۳۳ھ - غالباً کرنل استیوارڈ نے وزیر نظام کے نسخے سے نقل کرایا - اور دناسی کو بطور تحفہ پیش کیا ۴۴۰۰ صفحہ (۲۸۰۷)

۴۔ تہذیبو سلطان بادشاہ میسور کا کتب خانہ :-

دہ تذکرہ گرویزی ۴۴ از فتح علی حسینی ۱۱۵۳ھ - کپتان ترویر نے تہذیبو سلطان کے ایک نسخے سے نقل کرایا ، خوشخط ، ۱۷۰ صفحہ ، اس کتاب کا ایک ایک نسخہ وزیر نظام حیدرآباد کے کتب خانے اور اُس کے کلکشن میں بھی موجود ہے (۲۹۳۱) -

۵۔ مہاراجہ کالی کرشنا بہادر کے مخطوطہ :-

الف دہ قصہ کا مروجہ ۴۴ از تحسین الدین ، کانپ لکھتا ہے کہ وہ اس کو ۲۷ اگھن (نومبر - دسمبر) کو ختم کرتا ہے ، مگر سنہ نہیں لکھا ہے - یہ نسخہ خود مہاراجہ نے دناسی کو تحفہ دیا تھا - ب۔ دد مصدر فیوض ۴۴ اسی نام سے کتاب کا سنہ تصنیف بھی نکلتا ہے ، از نذیر الدین حسن شیخ قریشی ۱۸۱۵ع - مصنف لکھتا ہے کہ یہ کتاب بریلی کے فارسی سیکھنے والوں کے لئے نواب احمد یار خان ابن محمد ذوالفقار کی فرمائش پر لکھی گئی ، مہاراجہ کالی کرشنا کے لیے سید محمد علی صاحب نے ۱۸۲۹ع میں نقل کیا - ۲۲۴ صفحہ ، یہ مہاراجہ کا اصل مخطوطہ ہے (۲۹۰۳) -

۶۔ کتب خانہ ایشیانک سوسائٹی بمکال :-

دہ ترجمہ تاریخ آسام ۴۴ ترجمہ مہر بہادر علی حسینی (۱۸۰۵ع)

ایشاتک سوسائٹی بلگال کے مخطوطہ سے پرنسپ نے نقل کرایا

اور دتاسی کو تحفہ دیا (۲۸۰۵)۔

۷۔ فورٹ ولیم کالج کا کتب خانہ :۔

الف — ”قصہ فیروز شاہ عاجز دکنی“ (دیکھو دکنی مخطوطے)

یہ اصل مخطوطہ فورٹ ولیم کے کتب خانہ میں تھا۔ نہ

معلوم دتاسی کے یہاں کسی طرح پہنچ گیا (۲۸۰۴)۔

ب — ”قصہ کامروپ“ از تحسین الدین، موسیو تروریر سکریتری

ہندو کالج کلکتہ نے نہایت اہتمام کے ساتھ کتب خانے

فورٹ ولیم کے ایک نایاب نسخے سے نقل کرایا (۲۸۵۳)۔

ج — ”قصہ یرسفا زلیخا“ از محمد امین دکنی (دیکھو

دکنی مخطوطے) یہ مخطوطہ بھی تروریر کی فرمائش پر فورٹ

ولیم کے اصل مخطوطے سے نہایت خوشخط نقل کیا گیا۔

۲۹۹ صفحات (۲۸۸۱)۔

د — ”تذکرہ ہندی“ از شیخ غلام ہمدانی مصحفی (دیکھو

دتاسی کے اردو تذکرے) یہ نسخہ فورٹ ولیم کے کتب خانے

کے مخطوطے سے ۱۸۳۲ ع میں نقل کیا گیا۔ ۱۵۲ صفحات

(۲۹۳۸)۔

## یورپین مستشرقین اور دیگر اشخاص

اس ضمیمے میں اُن یورپی افراد کی تفصیلی فہرست پیش کی

گئی ہے جنہوں نے اپنے اردو مخطوطے گارساں دتاسی کو بطور تحفہ نذر

کئے یا جن کے کتب خانوں کے مخطوطے دتاسی نے خریدے تھے۔

ہر شخص کے نام کے آگے اس کے مخطوطوں کا بھی ذکر کر دیا گیا

ہے تاکہ آئندہ اس ضمن میں تحقیقات کرنے والوں کو مدد مل سکے۔

اشخاص کے نام انگریزی حروف تہجی کے مطابق سلسلہ وار لکھے گئے ہیں اور توسیع میں اُن اردو منطوطوں کے کنلاگ، نمبر دے گئے ہیں جن کے ذکر کے سلسلے میں قہرست کتب خانہ دتاسی میں اُن کا نام آیا ہے۔

۱۔ آرنت (Santard Arant) اسات لیلند کا مستشرق "ترجمہ گنج خوبی" از میر امن ۱۹۰۲ ع (۲۸۳۳)  
۲۔ بلند (K. Blund) "کلیات سودا" مورخہ ۱۷۹۰ ع (۲۸۱۷)۔

۳۔ چینقلر (Henry Chindler) "ترجمہ انوار سہیلی دکنی" (۲۸۹۳)۔

۴۔ کلرک (Adam Clarke) "ترجمہ انوار سہیلی دکنی" مورخہ ۱۱۷۹ ھ (۲۸۹۲)۔

۵۔ فلکونر (H. Falconer)

(۱)۔ "دیوان شاہ رکن الدین عشق دہلوی" (۲۸۱۵)

(۲)۔ "قصہ مہر و ماہ" از منشی غلام اکی (Aki) (۲۸۷۵)

۶۔ فاربس (D. Farbes)۔

(۱)۔ "حیدر نامہ" مورخہ ۱۱۲۲ ھ (۲۷۹۹)۔

(۲)۔ "تولد نامہ" مثنوی شیخ غلام محی الدین زشت

منگل پوری مورخہ ۱۱۱۹ ھ مکتوبہ مصنف (۲۸۳۱)۔

(۳)۔ "خیابان ریحان" از ربیعان الدین بنگال (۱۸۹۷-۱۸۹۸ ع)

(۲۸۷۹)۔

(۴)۔ "منتخبیات اردو" از میر افضل علی سنہ ۱۸۴۰ ع (۲۹۰۰)۔

(۵)۔ "مخزن الامثال" از محمّد علی سنہانی (۲۸۹۹)۔

۷۔ فریزر (H. Fraser) مشہور سیاح ایران کے بھائی۔



”مجموع داستان“ از حکیم حکومت دہلی سنہ ۱۲۳۳ ع مکتوبہ مصنف (۲۸۳۳)۔

۸۔ ڈاکٹر اڈیسٹ (Dr. Gilchrist) ”قصہ کامروپ“ از گڈن لال

لاہوری۔ مکتوبہ مصنف (۲۸۵۱)۔

۹۔ ہوتن (Sir Channez Haughton) ”دیوان ولا“ از مرزا

لطف علی دہلوی (۲۸۲۰)۔

(۲)۔ ”جنگ نامہ سپہراب و دستم“ از مدھی کاظم الدین دکنی

(۲۸۹۱)۔

۱۰۔ لیس (Nessen Lees) (۱)۔ ”مرثیہ اول وزمہ“ از سید

آغا حسن موسوی امانت دہلوی (۲۸۳۱)۔

(۲)۔ ”چار مرآئی“ از مرزا سلامت عی دیر لکھنوی (۲۸۳۲)۔

۱۱۔ ماکن (Turner Macan) ایکٹیو شاہ نامہ۔

(۱)۔ ”ڈکڑار ابراہیم“ از علی ابراہیم خان (۲۸۱۱)۔

(۲)۔ ”کلیات جرات“ از قلندر بخش (۲۸۱۴)۔

۱۲۔ مارسل (Mercel) بیلو نک نیشونل کاترکٹر۔ ”قصہ شیخ

ضیاء“ دکنی مثلی (۲۸۷۴)۔

۱۳۔ پریسان (S. Lee Paraisant)۔ ”دیوان ولی“ مورخہ

سنہ ۱۸۰۵ ع (۲۸۲۸)۔

۱۴۔ پرائس (W. Price)۔ مصنف ہندوستانی گرامر ”دیوان

ولی“ مخطوطہ ”د“ (۲۸۲۳)۔

۱۵۔ پرنسپ (Prinsip)۔ ”تاریخ شیر شاہ“ مترجمہ

مظہر علی خان ولا سنہ ۱۸۰۵ ع (۲۸۰۲)۔

۱۶۔ ریک (F. Roebuck) اسی مستشرق کے مشورے پر بیلی نرائن

لاہوری نے اپنے انتخاب دیوان جہان کا کام تکمیل کو پہنچایا۔ ”کلیات

قلندر بخش جرات“ مورخہ سنہ ۱۸۰۸ ع (۲۸۱۴)۔

۱۷ - رومر - (Romer) - "قصہ مادھو نل" از مرزا لطف علی ولا  
سنہ ۱۲۱۵ (۱۸۷۱) -

۱۸ - رسل - (J. W. Russel) - "دیوان ولی" مخطوطہ ف - (۱۸۲۵) -

۱۹ - شکسپیر - (G. Shakespeare) - "نو طرز مرصع چہار

درویش" از میر محمد عطا حسین تحسین مورخہ سنہ ۱۷۸۸ع (۱۸۹۰) -

(۲) - "دیوان ولی" مخطوطہ ف (۱۸۲۵) -

۲۰ - سکے - (M. E. Sice) مقیم پانڈیچری -

(۱) - "خزانہ عبادت" از شاہ محمد قادری ۱۱۹۹ھ (۱۷۸۹) -

(۲) - "خلاصہ تاریخ نادر شاہ" حیدری کے ترجمہ سے اس کو کوئی

تعلق نہیں (۱۷۹۹) -

(۳) - "پنچھی با چہا" از وجیہ الدین ۱۱۲۳ھ نظام حیدرآباد کے

کتب خانے سے نقل کیا گیا - (۱۸۹۷) -

(۴) - "دکنی غزلیں" (۱۹۱۳) -

۲۱ - سیسٹوارڈ - (Col. Steward) - "گلشن ہمد" از مرزا علی

لطف وزیر نظام حیدرآباد کے کتب خانے سے نقل کیا گیا (۱۸۰۷) -

۲۲ - ٹرویئر (Cap. Troyer) سکریٹری کلکتہ ہمدو کالج -

۱ - گلزار ابراہیم - از علی ابراہیم خان خلیل - خود ٹرویئر کا

مکتوبہ (۱۸۱۰) -

(۲) - "قصہ کامروپ" از تحسین الدین - فورٹ ولیم کے کتب

خانے سے ٹرویئر نے نہایت اہتمام سے نقل کرایا (۱۸۵۴) -

(۳) - "قصہ یوسف زلیخا" از ابن دکنی سنہ ۱۶۰۰ع - فورٹ ولیم

کے کتب خانے سے ٹرویئر نے نہایت اہتمام سے نقل کرایا (۱۸۸۱) -

(۴) - "تذکرہ گرویزی" از علی حسین گرویزی سنہ ۱۱۵۳ع - خود

ٹرویئر نے تھوہو سلطان کے ایک مخطوطے سے نقل کیا (۱۹۴۱) -

۲۲۔ وائٹ (Col. Wight)۔ ”مجموعہ کلام ہندوستانی و فارسی“  
از صدرالدین محمد فیض ابن زبردست خان (۲۸۷۸)۔

ان مستشرقین کے علاوہ دس اور یورپی افراد کے نام گارسان دتاسی کے اردو مخطوطوں کے سلسلے میں ہماری نظر سے گذرتے ہیں۔ گو ان کا حسب ذیل تذکرہ بظاہر کوئی اہمیت نہیں رکھتا مگر ممکن ہے کہ کسی وقت تحقیق و تفتیش میں اس سے مدد ملے۔ قوسین میں دتاسی کے ان مخطوطوں کا فہرست نمبر درج ہے جن کے سلسلے میں ان اشخاص کا ذکر آیا ہے۔

۱۔ اندرسن (James Anderson) اور گلاڈون نے ملفوظات جہانگیری کے انتخابات کئے تھے (۲۷۹۷)۔

۲۔ بوتروس (F. Boutros) پرنسپل دہلی کالج۔ اس شخص کی زیر نگرانی مولوی امام بخش صہبائی نے ”حدائق البلاغت“ کا اردو ترجمہ کیا (۲۹۰۱) بوتروس ہی نے دتاسی کے لیے نہایت احتیاط سے اس ترجمہ کا ایک نسخہ لکھوایا۔

اسی بوتروس نے دتاسی کو مصطفیٰ خان شینٹہ کا ”تذکرہ گلشن بے خار“ بھی نقل کرا کر تحفہ دیا تھا (۲۹۴۰)۔

۳۔ فولس (Captain Foulcs)۔ اس شخص کی فرمایش پر کلیات ولی سنہ ۱۷۸۰ع میں نقل کیا گیا تھا (۲۸۲۹)۔

۴۔ فرانسس (M. Robert Francis) اس شخص کو تحفہ دیلے

کے لیے شاہ حسین خان حقیقت دہلوی نے اپنے قصے ”جذب عشق“ کو ۱۲۱۲ھ (م ۱۷۹۷ - ۱۷۹۸) میں نقل کیا۔ یہ نسخہ اصل کام کی تیسری نقل ہے۔ نقل کرتے وقت مصنف فتح گڑھ کیمپ میں تھا۔ اس کتاب میں ایک صحیح واقعہ بیان کیا گیا ہے جو بمقام سمارہ

۱۲۰۴ھ ( م - ۱۷۸۹ - ۱۷۹۰ ) گذرا۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۲۱۱ھ  
ہے (۲۸۸۳) -

۵—گلاڈون - (Gladuin) نے ”ملفوظات جہانگیري“ کے انتخابات  
پیش کئے تھے (۲۷۹۷) -

۶—ہیربلو - (D ' Herbelot) نے ایک کتاب ”قصہ الجمعہ“  
کا ذکر کیا ہے جس میں وہی قصہ بیان کیا گیا ہے جو نظام الدین  
دکلی کی کتاب ”کھوپری نامہ“ میں یسوع مسیح کی نسبت لکھا  
گیا ہے (۲۸۹۹ - ۳) -

۷—جونس - (sir William Jones) نے ”تاریخ نادری حیدری“  
کا انگریزی میں ترجمہ شائع کیا - (۲۸۰۱) -

۸—لیڈن - (Leydan) - ”گلشن عشق“ نصرتی دکلی  
(۱۶۵۸) مورخہ سنہ ۱۷۵۸ اسی شخص کی ملک تھی جو دناسی نے  
حاصل کی - (۲۸۷۹) -

۹—لٹل (Captain Thomas Little) یہ شخص ٹیپو سلطان  
کی مخالف انگریز فوج میں سردار تھا - اور اسی کی فرمائش پر حیدر  
نامہ فارسی کا اردو میں ترجمہ کیا گیا - اس کتاب میں حیدر علی اور ٹیپو  
سلطان کے سوانح و حالات درج ہیں - مورخہ ۱۲۲۰ھ (۲۷۹۹) -

۱۰—مونٹ (James Monot) فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں یہ  
شخص ہندوستانی پروفیسر تھا اور اس نے ”بیتل پتھیری“ مترجمہ  
سری لال کبی گجراتی اور مظہر علی خان ولا پر نظر ثانی کرنے کے لیے  
تھریٹنی چرن مترا سے فرمائش کی - (۲۸۹۸) -











